تفسیر اعتزالی اور اس کے اصول و ضوابط

(اصول خمسہ و تاویلات معتزلہ)

NOVEMBER 26, 2017

HASEEB AHMAD
Roll No. 6923
Program: M.Phil Islamic Studies
1st Semester
Session: Fall 2017 – Spring 2019
Riphah International University, Faisalabad Campus

تفسیر اعتزالی اور اس کے اصول وضوابط

حسیب احمد، ایم فل علوم اسلامیہ
رول نمبر:6923

تفسیری میدان اور تفسیر اعتزالی میں آگے بڑھنے سے پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ تفسیر اور تاویل کسے کہتے ہیں، تفسیر و تاویل میں کیا فرق ہے؟ اور معتزلہ کون ہیں اور اُصول خمسہ سے کا مطلب کیا ہے؟

تفسیر(Interpretation):

تفسیر یہ فَسَّرَ ، يُفَسِّرُ ، تَفْسِيْرًا سے باب التفعیل کا مصدر ہے جس کا معنٰی ہے "شرح کرنا"، "وضاحت کرنا"، "کھول دینا"۔

قرآن پاک میں ہے:

﴿وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا﴾[۱]

تفسیر جلالین میں ہے:

"[وأحسن تفسيرا] بيانا" یعنی تفسیر بمعنٰی بیان ہے۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے تفسیر کا مطلب تفصیل بتایا ہے:"وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَ اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا﴾ أَيْ تَفْصِيلًا"[۲]

علماء اہل السنۃ نے تفسیر کی مختلف تعریفیں کی ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

علامہ سید میر شریف جرجانی نے تفسیر کی تعریف میں یوں کہا ہے:

"التفسير: في الأصل هو الكشف، والإظهار، وفي الشرع: توضيح معنى الآية، وشأنها، وقصتها، والسبب الذي نزلت فيه، بلفظ يدل عليه دلالةً ظاهرة."[۳]

تفسیر کا معنی کشف اور اظہار کرنا ہے جبکہ شرعی نقطۂ نظر سے آیت کے معانی کی توضیح، سبب، واقعہ، شانِ نزول اور اس مراد کی وضاحت کرنا جس پر آیت کے الفاظ ظاہری طور پر دلالت کر رہے ہوں۔"

علامہ زرکشیؒ نے اس کی وضاحت یوں کی ہے:

"هُوَ عِلْمُ نُزُولِ الْآيَةِ وَسُورَتِهَا وَأَقَاصِيصِهَا وَالْإِشَارَاتِ النَّازِلَةِ فِيهَا ثُمَّ تَرْتِيبِ مَكِّيِّهَا وَمَدَنِيِّهَا وَمُحْكَمِهَا وَمُتَشَابِهِهَا وناسخها ومنسوخها وخاصها وعامتها وَمُطْلَقِهَا وَمُقَيَّدِهَا وَمُجْمَلِهَا وَمُفَسَّرِهَا"[۴]

تفسیر وہ علم ہے جس سے آیت کا شانِ نزول، اس میں موجود قصص، اشارات کے علاوہ اسکا مکی یا مدنی ہونا، آیت کے محکم، متشابہ، ناسخ و منسوخ، خاص، عام، مطلق، مقید، مجمل اور مفسر ہونے کی وضاحت ہوتی ہے۔

متاخرین میں سے ڈاکٹر محمد حسین الذہبیؒ نے جامع تعریف یوں کی ہے:

"أن علم التفسير علم يبحث عن مراد الله تعالى بقدر الطاقة البَشرية، فهو شامل لكل ما يتوقف عليه فهم المعنى، وبيان المراد"(۵)

"تفسیر ایک ایسا علم ہے جس میں انسانی استطاعت کی حد تک مرادِ الٰہی کو واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسی لئے تفسیر ہر اس علم کو سموئے ہوئے ہے جس پر بھی مرادِ الٰہی کا سمجھنا موقوف ہو۔"

تاویل (Implication of The Verse):

تاویل یہ أَوَّلَ ، يُؤَوِلُ ، تَأْوِيْلاً سے باب التفعیل کا مصدر ہے جس کا معنٰی ہے "لوٹانا"، "رجوع کرنا"۔

تاویل کی تعریف میں دو قول ہیں۔ پہلا متقدمین کا اور دوسرا متاخرین کا۔

تاویل کے بارے میں متقدمین کا نظریہ

متقدمین کا کہنا تھا کہ تفسیر اور تاویل میں کوئی فرق نہیں ہے گویا تفسیر اور تاویل باہم مترادف ہیں لہٰذا انہوں نے تاویل کی الگ تعریف نہیں کی بلکہ تفسیر کی تعریف سے ہی تاویل کی وضاحت کی ہے۔ جیسا کہ امام ابوعبیدہؒ نے فرمایا کہ یہ دونوں بالکل مرادف ہیں۔(۶)

فرمانِ ربانی ہے:

﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ﴾(۷)

جلالین میں ہے: " (وابتغاء تأويله) تفسيره (وما يعلم تأويله) تفسيره "

تاویل کے بارے میں متاخرین کا نظریہ

متاخرین تفسیر اور تاویل میں فرق کرتے ہیں۔ انہوں نے تاویل کی الگ سے تعریف کی ہے۔

علامہ جرجانی نے تاویل کی یوں تعریف کی ہے:

"صرف اللفظ عن معناه الظاهر إلى معنى يحتمله، إذا كان المحتمل الذي يراه موافقًا للكتاب والسنة"(۸)

الفاظ کو ان کے ظاہری معنٰی سے ہٹ کر کسی دوسرے احتمالی معنٰی کے ساتھ بیان کرنا اور اس بات کو بھی پیشِ نظر رکھنا کہ وہ احتمالی معنٰی قرآن و سنت کے موافق ہو۔

تاویل کی تقریباً یہی تعریف امام ابو القاسم بن حبیب نیشاپوریؒ، امام بغویؒ اور امام کواشیؒ نے کی ہے:

"التَّأْوِيلُ صَرْفُ الْآيَةِ إِلَى مَعْنًى مُوَافِقٍ لِمَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا تَحْتَمِلُهُ الْآيَةُ غَيْرِ مُخَالِفٍ لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مِنْ طَرِيقِ الِاسْتِنْبَاطِ"(۹)

تفسیر اور تاویل میں فرق

علامہ مفتی محمد تقی عثمانیؒ نے تفسیر و تاویل میں یوں فرق واضح کیا ہے:

(۱) تفسیر ایک ایک لفظ کی انفرادی تشریح کا نام ہے اور تاویل جملے کی مجموعی تشریح کا۔

(۲) تفسیر الفاظ کے ظاہری معنیٰ بیان کرنے کو کہتے ہیں اور تاویل اصل مراد کی توضیح کو۔

(۳) تفسیر اس آیت کی ہوتی ہے جس میں ایک سے زیادہ معانی کا احتمال ہو اور تاویل کا مطلب یہ ہے کہ آیت کی جو مختلف تشریحات ممکن ہیں اُن میں سے کسی ایک کو دلیل کے ساتھ اختیار کر لیا جائے۔

(۴) تفسیر یقین کے ساتھ تشریح کرنے کو کہا جاتا ہے اور تاویل تردد کے ساتھ تشریح کرنے کو۔

(۵) تفسیر الفاظ کا مفہوم بیان کر دینے کا نام ہے اور تاویل اس مفہوم سے نکلنے والے سبق اور نتائج کی توضیح کا۔(۱۰)

فرقِ اسلامیہ:

اہل اسلام میں جو گروہ بندیاں، جماعتیں اور فرقے بنے ہیں ان کی بنیادی طور تین اقسام ہیں:

(۱) اعتقادی فرقے

(۲) سیاسی فرقے

(۳) فقہی مذاہب

اعتقادی فرقے جیسے جبریہ، قدریہ، معتزلہ، کرامیہ، اشاعرہ، ماتریدیہ، بہائیہ، اہل سنت، اہل تشیع، قادیانی وغیرہ۔ یہاں صرف معتزلہ اور ان کے اصول خمسہ کے بارے میں بیان ہو گا۔

معتزلہ (Rationalist)

ابتداء اور وجہ تسمیہ:

فرقہ معتزلہ کی ابتداء اور وجہ تسمیہ کے بارے میں درج ذیل اقوال ہیں۔

اول: حضرت سیدنا حسنؓ نے جب حضرت امیر معاویہؓ کے لئے خلافت سے دستبردار ہوئے تو حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ کے ساتھیوں میں سے ایک جماعت سیاسی سرگرمیوں سے دستبردار ہو گئی اور عقائد اور اس کے مبادیات

میں مشغول ہو گئے۔ یہ لوگ سر عام کہا کرتے تھے کہ ہمیں فقط علم و عبادت سے سروکار ہے لہٰذا یوں معتزلہ کی بنیاد پڑی۔

دوم: ایک دن حضرت حسن بصریؒ (۱۱۰ھ) مسجد میں درس دے رہے تھے کہ دورانِ درس انہوں کے مرتکب کبیرہ کے بارے میں گفتگو کی وہاں واصل بن عطاء (۱۳۱ھ) بھی موجود تھا اور اس نے حضرتؒ سے اس مسئلہ میں اختلاف کیا اور آپ کے حلقۂ درس سے اٹھ کر الگ ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا۔ اسے ایسا کرتے دیکھ حضرت حسن بصریؒ بولے: اعتزل عنا۔ یعنی وہ ہم سے جدا ہو گیا۔

سوم: تیسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے خود اپنے لئے معتزلی کہلوانا پسند کیا ہے جیسا کہ علامہ ابن منظورؒ نے لسان العرب میں کہا ہے:

"**زَعَمُوا أَنهم اعْتَزَلوا فِئَتَي الضَّلَالَةِ عِنْدَهُمْ، يَعْنُون أَهلِ السُّنَّة والجماعةِ والخَوَارجَ**"(۱۱) ان لوگوں (معتزلہ) کا خیال تھا کہ انہوں نے بقول ان کے گمراہ فرقوں یعنی اہل السنۃ والجماعۃ اور خوارج سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔

ابو الحسین خیاط معتزلی کا قول یہ جس میں اس نے اپنے لئے معتزلی نام ہونے کو اختیار کیا ہے۔ کتاب الانتصار میں کہتے ہیں: "**ليس يستحق احد منهم اسم الاعتزال حتى يجمع القول بالاصول الخمسة .... فاذا كملت فى الانسان هذه الخصال الخمس فهو المعتزلى**"(۱۲)

مشہور مستشرق گولڈ زہیر کا ہے کہ ان لوگوں کے اولین شیوخ واصل بن عطا، عمر بن عبید، جعفر بن حرب، جعفر بن جعفر بن مبشر دنیا اور اہل دنیا سے الگ اور جدا رہتے تھے۔ ان کے زہد و تقویٰ اور سب سے الگ رہنے کی بنا پر انہیں معتزلہ نام سے پکارا جانے لگا۔ گویا یہ نام غیروں کا دیا ہوا ہے نہیں بلکہ ان کا خود سے اختیار کردہ ہے۔

چہارم: معتزلہ کے بارے میں چوتھا قول یہ بھی ملتا ہے کہ یہ خود کے لئے "اہل العدل و التوحید" کہلوانا پسند کرتے تھے۔(۱۳) مگر حقیقت یہی ہے کہ علمی دنیا میں یہ لوگ معتزلہ کے نام سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔

معتزلہ چونکہ عقل پسند اور تفکر و تدبر کے عادی لوگ تھے جس کی وجہ سے تقلید کا مادہ انکے خمیر میں موجود نہیں تھا نتیجتاً یہ فرقہ مختلف ذیلی فرقوں میں بٹ گیا۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

(۱)	الواصلية	(۲)	العمروية	(۳)	الهذيلية
(۴)	النظامية	(۵)	الاسوارية	(۶)	المعمرية
(۷)	الإسكافية	(۸)	الجعفرية	(۹)	البِشرية
(۱۰)	المرادية	(۱۱)	الهشامية	(۱۲)	الثمامية

(۱۳) الجاحظية (۱۴) الخابطية (۱۵) الحمارية
(۱۶) الخياطية (۱۷) اصحاب صالح قبة
(۱۸) المَرِيسية (۱۹) الشحامية (۲۰) الكعبية
(۲۱) الجبائية (۲۲) البهشمية

ان بائیس میں سے دو "فرقہ الخابطیۃ" اور "فرقہ الحماریۃ" کفر کی حد تک چلے گئے۔[۱۴]

معتزلہ کے اصول خمسہ (Five Basic Principels)

معتزلہ میں اصول خمسہ کی مثال یوں ہی ہے جیسے اسلام میں ارکانِ خمسہ ہیں۔ شیوخ معتزلہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ کوئی بھی اس وقت تک معتزلی نہیں بن سکتا جب تک وہ اصولِ خمسہ کا اقرار نہ کرلے۔ تمام احکامات اور اعمال کا دارومدار اصولِ خمسہ ہیں۔

ابو الحسین خیاط المعتزلی "الانتصار" میں لکھتے ہیں:

"ليس يستحق احد منهم اسم الاعتزال حتى يجمع القول بالاصول الخمسة: التوحيد والعدل والوعد والوعيد والمنزلة بين المنزلتين والامر بالمعروف والنهى عن المنكر، فاذا كملت فى الانسان هذه الخصال الخمس فهو المعتزلى"[۱۵]

جب تک کسی انسان میں یہ پانچ اصول موجود نہ ہوں وہ معتزلی کہلانے کا مستحق نہیں۔ اصول خمسہ درج ذیل ہیں:

(۱) توحید (۲) عدل
(۳) وعدہ و وعید
(۴) المنزلۃ بین المنزلتین
(۵) امر بالمعروف و نہی عن المنکر

توحید (Unity):

معتزلہ اللہ تعالیٰ سے صفاتِ قدیمہ (حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام) کی نفی کرتے ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ توحید کا یہی تقاضا ہے اور اگر صفاتِ قدیمہ کو مانا جائے تو تعدد قدماء لازم آئے گا جو کہ توحید کے منافی ہے۔

جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کا ماننا ہے کہ قدیم صرف ایک ذات ہے اور وہ باری تعالیٰ کی ذات ہے اس معنیٰ کے لحاظ سے اگر متعدد ذوات کو قدیم مانا جائے تو تعددِ قدماء لازم آئے گا جبکہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ قدیمہ عین ذات نہیں ہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ ذات اور صفات میں فرق ہے۔

علامہ عبد القاہر بغدادیؒ معتزلہ کے توحیدی عقائد کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ سے اس کی تمام ازلی صفات کی نفی اور یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی علم، قدرت، حیات، سمع، بصر نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی صفت ازلی ہے اور مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ازل میں نہ کوئی نام تھا نہ صفت۔

۲۔ آنکھوں سے رؤیت باری تعالیٰ محال ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور نہ ہی اسے اس کا غیر دیکھتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا کلام حادث ہے اور مخلوق ہے۔

نفئ صفات باری تعالیٰ:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ﴾(۱۶)

”اور یہودی بولے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ انہیں کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے سے لعنت ہے بلکہ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں عطا فرماتا ہے جیسے چاہے“

اللہ تعالیٰ کے لئے ”ید“ ثابت ہیں جیسے اس کے شایانِ شان ہیں اور اس میں اہلسنت کسی قسم کی تاویل میں نہیں پڑتے جبکہ معتزلہ اس آیت کی تفسیریوں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ”ید“ کی مطلقاً نفی کرتے ہوئے اسے بخل اور جود کے معنٰی مجازی میں لے جاتے ہیں جیسا کہ علامہ زمخشری (۵۳۸ھ) نے کشاف میں کہا:

”غل اليد وبسطها مجاز عن البخل والجود “(۱۷)

اسی طرح قاضی عبد الجبار المعتزلی نے بھی ”ید“ کی نفی کی کہ نہ تو اس سے مراد ہاتھ ہے جیسا کہ اہلسنت اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان مانتے ہیں اور نہ ہی اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت ہے بلکہ اس سے مراد دنیاوی، اُخروی، ظاہری اور باطنی انعامات ہیں:

”ولم يرد تعالىٰ بذكر اليدين الجارحة ولا صفة مجهولة كما يذهب اليه المشبهة، بل أراد تعالىٰ النعم وإنما ثنى ذلك لإنه أراد نعم الدنيا والدين والنعم الظاهرة والباطنة“(۱۸)

﴿قَالَ يٰۤاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾﴾(۱۹)

”فرمایا اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کے لئے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا کیا تجھے غرور آگیا یا تو تھا ہی مغروروں میں“

علامہ زمخشری نے آیت مبارکہ میں "ید" کی پھر سے تاویل کر دی اور کہا کہ یہاں قدرت کاملہ مراد ہے اور افعالِ قلوب میں لے گئے اور مثالاً یہ محاورہ ذکر کر دیا کہ جس کے ہاتھ نہ بھی ہوں اسے بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ **"یہ سب تیرے ہاتھوں کا ہی کیا دھرا ہے۔"**۔

"فإن قلت: ما وجه قوله خَلَقْتُ بِيَدَيَّ: قلت: قد سبق لنا أنّ ذا اليدين يباشر أكثر أعماله بيديه، فغلب العمل باليدين على سائر الأعمال التي تباشر بغيرهما، حتى قيل في عمل القلب: هو مما عملت يداك، وحتى قيل ممن لا يدي له: يداك أوكتا "[۲۰]

﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ ﴾[۲۱]

"کچھ منہ اس دن تر و تازہ ہوں گے۔ اپنے رب کو دیکھتے۔"

قاضی عبد الجبار المعتزلی نے اس آیت میں بھی تاویل کر کے روئیت باری تعالیٰ کی نفی کر دی اور کہا کہ آنکھ کسی چیز کو دیکھنے کے لئے اس کی طرف نظر کرتی ہے تو یہ بات ظاہری ہے کہ اس چیز کا جسم بھی ہو جبکہ آخرت میں مومنین کو دیدارِ الٰہی میسّر آئے گا، یہی اہلِ سنت کا عقیدہ و قرآن و حدیث و اجماع کے دلائلِ کثیرہ اس پر قائم ہیں اور یہ دیدار بے کیف اور بے جہت ہو گا۔

"أن النظر إلى الله تعالیٰ لایصح لان النظر هو تقلیب العین الصحیحة نحو الشئي طلباً لرؤیته وذٰلک لایصح إلا فی الاجسام"[۲۲]

﴿ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۚ ﴾[۲۳]

"اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا"

علامہ زمخشری نے اس آیت کے ضمن میں دوسری قرأت کو ذکر کر کے صفتِ کلام کی نفی کی اور یوں کہا کہ ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ کو ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهَ مُوْسٰى﴾ پڑھا جائے گا معنیٰ ہو گا:

"اور موسیٰ نے اللہ سے کلام کیا"۔

"وعن إبراهيم ويحيى بن وثاب: أنهما قرءا (وَكَلَّمَ اللَّهَ) بالنصب."[۲۴]

عـــدل (Justice):

معتزلہ کا ماننا ہے کہ بندے کے افعال اللہ تعالیٰ نے نہیں پیدا کئے بلکہ بندہ خود اپنے افعال کا خالق ہے۔ بندے اپنے اعمال کو اس قدرت سے انجام دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان میں پیدا کی ہے۔ بندہ اس قدرت کو استعمال میں لاتے ہوئے اپنے اچھے اور برے ہر طرح کے افعال کا خالق ہے۔

معتزلہ کا یہ بھی ماننا ہے کہ بندے کے اچھے افعال کی نسبت اگر اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے یہ تو کہنا درست ہو سکتا ہے مگر یہ کہنا یہ برے افعال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے یہ اس کے شان وعدل سے بعید بات ہے لہٰذا بندہ خود ہی اپنے افعال (اچھے اور بُرے) کا خالق ہے۔

قاضی عبد الجبار المعتزلی کا قول ہے:

"أنه تعالیٰ لایجوز أن یکون خالقاً لأفعال العباد"[۲۵]

اللہ تعالیٰ کے لئے جائز ہی نہیں کہ وہ بندوں کے افعال کا خالق ہو۔

اس پر اہل السنۃ والجماعۃ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خیر و شر کا خالق ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ بھلائی کا خالق ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ برائی کا بھی خالق ہے۔ برائی کا خَلق قبیح نہیں بلکہ برائی پر عمل پیرا ہونا یہ قبیح ہوتا ہے لہٰذا اچھائی اور برائی کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

﴿الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝۳﴾[۲۶]

"جس نے سات (۷) آسمان بنائے ایک کے اوپر دوسرا تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے"

قاضی عبد الجبار المعتزلی اس آیت کی وضاحت میں اصل عدل کو استعمال یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا کیا جب ان کی تخلیق پر غور و فکر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کسی وسم کا تفاوت، فرق نظر نہیں آتا جبکہ جب بندوں کے اوفال میں دیکھا جائے تو اس میں بہت فرق پایا جاتا ہے۔

"لم یصح فی أفعال العباد أن تکون من جهة الله تعالیٰ لاشتمالها علی التفاوت وغیره"[۲۷]

وعدہ ووعید (Promise & Threat):

معتزلہ کا ماننا ہے کہ "اللہ تعالیٰ پر اطاعت گزار بندوں کو ثواب دینا اور گناہگار بندوں کو سزا دینا واجب ہے۔ یعنی اطاعت گزار کو جزا دینا یہ وعدہ ہے اور گناہ گار کو سزا دینا یہ وعید ہے اور اللہ تعالیٰ کے عدل کا بھی یہی تقاضا ہے۔

جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کا ماننا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ سب اطاعت گزار اور گناہگار اللہ تعالیٰ کے بندے اور مملوک ہیں۔ مالک کو اپنی ملکیت میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار ہے۔ جزا دینا اس کا بندے پر فضل ہے اور سزا دینا اس کا عدل ہے لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ مطیع (اطاعت گزار) کو جہنم میں ڈال دے اور عاصی (گناہگار) کو جنت میں بھیج دے تو یہ ناانصافی یا بُرا نہیں ہے۔ ہاں یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کرتا نہیں ہے۔

﴿وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ یُدۡخِلۡہُ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ وَ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۱۳﴾ وَ مَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوۡدَہٗ یُدۡخِلۡہُ نَارًا خَالِدًا فِیۡہَا ۪ وَ لَہٗ عَذَابٌ مُّہِیۡنٌ ﴿۱۴﴾﴾(۲۸)

"اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اُسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ اُن میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اُسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے خواری کا عذاب ہے"

یعنی جو جو بھی نیکی کرے گا تو اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ اس کو جنت مین بھیج دے یہی اللہ کا بندوں سے وعدہ ہے۔ اور جو جو بھی برائی کرے اللہ پر واجب ہے کہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں بھیجے یہی اس کی وعید ہے۔

المنزل بین المنزلتین(The Intermediate Position):

معتزلہ کا ماننا ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان ایک اور کیٹگری ہے جسے فسق کہتے ہیں۔ فاسق نہ تو مؤمن ہے اور نہ کافر۔ ایسے شخص کو کفار سے ممتاز کرنے کے لئے مسلم تو کہا جاسکتا ہے مگر مؤمن نہیں کہا جاسکتا۔ مرتکب کبیرہ اگر بغیر توبہ کے مر جائے تو مخلد فی النار یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے گا۔

قاضی عبد الجبار المعتزلی یوں کہتے ہیں:

"أن صاحب الكبيرة لا يسمى مؤمناً ولا كافراً وإنما يسمى فاسقاً"(۲۹) کبیرہ گناہ کرنے والا نہ مؤمن ہے نہ کافر بلکہ اسے فاسق کہا جائے گا۔

"أن الفاسق يستحق العقوبة من الله تعالىٰ وأن لا ينفعه ثواب إيمانه بالله تعالىٰ وبرسوله بعد ارتكابه الكبيرة إلا إذا تاب."(۳۰) کبیرہ گناہ کرنے والا جب تک توبٰی نہ کرلے اسے نہ تو اسکا ایمان باللہ فائدہ دے گا اور ہی ایمان بالرسول دوزخ سے بچا سکے گا۔

جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کا ماننا ہے کہ کفر اور ایمان کے درمیان کوئی تیسری کیٹگری نہیں ہے۔ فسق سے بندہ ایمان سے خارج نہیں ہوجاتا۔ گناہ اصل ایمان کو مضر نہیں ہے۔ مرتکب کبیرہ اپنی سزا پوری کرنے کے بعد بالآخر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

امر بالمعروف والنہی عن المنکر(Advocating the Good & Forbidding the Evil):

معتزلہ کا ماننا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اُمت کے ہر فرد کا اولین فریضہ ہے۔ یعنی بھلائی کا درس دینا اور برائی سے روکنا ہر فرد پر واجب ہے۔

﴿وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ‌ؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾[۳۱]

"اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے"

علامہ زمخشری کہتے ہیں:

"لأن الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر من فروض الكفايات، ولأنه لا يصلح له إلا من علم المعروف والمنكر"[۳۲]

یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب بندہ اچھائی اور برائی کا علم رکھتا ہو۔

خلاصہ بحث

معتزلہ کی وجہ سے اسلامی روایات کو بہت نقصان پہنچا۔ امام احمد بن حنبلؒ پر ہونے والے ظلم و تشدد سب معتزلہ کی کارستانی کا نتیجہ تھی۔ معتزلہ کے عقائد فاسدہ کی وجہ سے اہل اسلام اور خصوصاً علماء اہل السنۃ والجماعۃ کو پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ جب معتزلہ کی سرگرمیوں نے زور پکڑا تو اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو امام ابوالحسن اشعریؒ، امام ابو منصور ماتریدیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ جیسی عظیم شخصیات سے بہرہ ور کیا۔ جنہوں نے اصول خمسہ و دیگر بدعات معتزلہ کا خاتمہ کر کے دین محمدی کی تعلیمات وروایات پر ان کے فاسد عقائد کی چھاپ کو دور کر دیا۔

حوالہ جات

(۱) الفرقان:۳۳

(۲) زرکشی، محمد بن عبداللہ، بدرالدین، البرہان فی علوم القرآن، ج:۲، ص:۱۴۸، مکتبۃ دارالتراث، القاہرۃ، ۱۴۰۴ھ، ۱۹۸۴م

(۳) جرجانی، علی بن محمد، الشریف، معجم التعریفات، ص:۵۷، دارالفضیلۃ، القاہرۃ

(۴) زرکشی، محمد بن عبداللہ، بدرالدین، البرہان فی علوم القرآن، ج:۲، ص:۱۴۸، مکتبۃ دارالتراث، القاہرۃ، ۱۴۰۴ھ، ۱۹۸۴م

(۵) الذہبی، محمد حسین، الدکتور، التفسیر والمفسرون، ج:۱، ص:۱۴، مکتبۃ وھبۃ

(۶) تقی عثمانی، مفتی، علوم القرآن، ص:۳۲۵، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ۱۴۱۵ھ

(۷) اٰل عمران:۷

(۸) جرجانی، علی بن محمد، الشریف، معجم التعریفات، ص:۴۶، دارالفضیلۃ، القاہرۃ

(۹) زرکشی، محمد بن عبداللہ، بدرالدین، البرہان فی علوم القرآن، ج:۲، ص:۱۵۰، مکتبۃ دارالتراث، القاہرۃ، ۱۴۰۴ھ، ۱۹۸۴م

(۱۰) تقی عثمانی، مفتی، علوم القرآن، ص:۳۲۶، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ۱۴۱۵ھ

(۱۱) ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، ج:۱۱، ص:۴۴۰، دارالصادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

(۱۲) خیاط، عبدالرحیم بن محمد، ابوالحسین، المعتزلی، کتاب الانتصار والرد علی ابن الرندوی الملحد، ص:۱۲۶، دارالکتب المصریۃ، القاہرہ، ۱۳۴۴ھ

(۱۳) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج:۲۱، ص:۳۱۰، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۳۷۴ھ، ۱۹۶۴ء

(۱۴) ابو منصور البغدادی، عبدالقاہر بن طاہر، الفرق بین الفرق، ص:۱۰۴، مکتبۃ ابن سینا، القاہرۃ

(۱۵) خیاط، عبدالرحیم بن محمد، ابوالحسین، المعتزلی، کتاب الانتصار والرد علی ابن الرندوی الملحد، ص:۱۲۶، دارالکتب المصریۃ، القاہرہ، ۱۳۴۴ھ

(۱۶) المائدۃ:۶۴

(۱۷) زمخشری، جاراللہ محمود، الکشاف، ص:۲۹۹، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۴۳۰ھ، ۲۰۰۹ء

(۱۸) عبدالجبار، قاضی، تنزیہ القرآن عن المطاعن، ص:۱۴۴، مکتبۃ النافذۃ، ۲۰۰۶ء

(۱۹) ص:۷۵

(۲۰) زمخشری، جاراللہ محمود، الکشاف، ص:۹۳۱، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۴۳۰ھ، ۲۰۰۹ء

(۲۱) طہٰ:۳۹

(۲۲) عبدالجبار، قاضی، تنزیہ القرآن عن المطاعن، ص:۲۴۷، مکتبۃ النافذۃ، ۲۰۰۶ء

(۲۳) النساء:۱۶۴

(۲۴) زمخشری، جاراللہ محمود، الکشاف، ص:۲۷۲، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۴۳۰ھ، ۲۰۰۹ء

(۲۵) عبدالجبار بن احمد، القاضی، شرح الاصول الخمسۃ، ص:۳۵۴، مکتبۃ وھبۃ، القاہرۃ، ۱۴۱۶ھ، ۱۹۹۶ء

(۲۶) الملک:۳

(۲۷) عبدالجبار بن احمد، القاضی، شرح الاصول الخمسۃ، ص:۳۵۵، مکتبۃ وھبۃ، القاہرۃ، ۱۴۱۶ھ، ۱۹۹۶ء

(۲۸) النساء:۱۳۔۱۴

(۲۹) عبدالجبار بن احمد، القاضی، شرح الاصول الخمسۃ، ص:۱۰۷، مکتبۃ وھبۃ، القاہرۃ، ۱۴۱۶ھ، ۱۹۹۶ء

(۳۰) عبدالجبار بن احمد، القاضی، شرح الاصول الخمسۃ، ص:۶۴۹، مکتبۃ وھبۃ، القاہرۃ، ۱۴۱۶ھ، ۱۹۹۶ء

(۳۱) اٰل عمران:۱۰۴

(۳۲) زمخشری، جاراللہ محمود، الکشاف، ص:۱۸۷، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۴۳۰ھ، ۲۰۰۹ء

کتابیات

(۱) القرآن العظیم

(۲) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج:۲۱، ص:۳۱۰، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۳۷۴ھ، ۱۹۶۴ء

(۳) البرہان فی علوم القرآن، بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی، مکتبۃ دار التراث، القاہرۃ، ۱۴۰۴ھ، ۱۹۸۴م

(۴) التفسیر والمفسرون، الدکتور محمد حسین الذہبی، مکتبۃ وھبۃ

(۵) تنزیہ القرآن عن المطاعن، قاضی عبد الجبار بن احمد المعتزلی، مکتبۃ النافذۃ، ۲۰۰۶ء

(۶) شرح الاصول الخمسۃ، قاضی عبد الجبار بن احمد المعتزلی، مکتبۃ وھبۃ، القاہرۃ، ۱۴۱۶ھ، ۱۹۹۶ء

(۷) علوم القرآن، مفتی محمد تقی عثمانی، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۴۱۵ھ

(۸) الفرق بین الفرق، ابو منصور عبد القاہر بن طاہر البغدادی، مکتبۃ ابن سینا، القاہرۃ

(۹) کتاب الانتصار والرد علی ابن الرندوی الملحد، ابو الحسین عبد الرحیم بن محمد الخیاط المعتزلی، دار الکتب المصریۃ، القاہرہ، ۱۳۴۴ھ

(۱۰) الکشاف، جار اللہ محمود الزمخشری، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۳۰ھ، ۲۰۰۹ء

(۱۱) لسان العرب، ابن منظور محمد بن مکرم الافریقی، دار اصادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

(۱۲) معجم التعریفات، السید الشریف علی بن محمد الجرجانی، دار الفضیلۃ، القاہرۃ